باقی رہا محترم خورشید احمد ندیم کا یہ ارشاد کہ اب مسلح تحریکوں اور قوت کے زور سے کوئی بات منوانے کا زمانہ گزر گیا ہے اور اب جو بات بھی ہوگی، مذاکرات کی میز پر ہی ہوگی، اگر ہمارے فاضل دوست ناراض نہ ہوں تو اس کے بارے میں یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ یہ وہی سبق ہے جو مغرب ہمیں پڑھانا چاہتا ہے۔ وہ مغرب جس نے خود تو اسلحہ کے ذخائر جمع کر رکھے ہیں، قوت وطاقت کا انبار لگایا ہوا ہے اور دنیا سے اپنی ہر بات طاقت، دھونس، دباؤ اور دھوکے کے ذریعے منوانے پر تلا ہوا ہے۔ اس کا ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ ہم ہتھیار کو بھول جائیں، طاقت اور قوت حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہ کریں اور ہر مسئلے پر صرف درخواستیں لکھ لکھ کر اس کی بارگاہ میں پیش کرتے چلے جائیں۔ مگر اسلام اس کی نفی کرتا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے الجھاد ماض الی یوم القیامۃ (جہاد قیامت تک جاری رہے گا) کا تاریخی جملہ ارشاد فرما کر اس فکر کو ہمیشہ کے لیے مسترد کر دیا ہے۔ حالات اور طاقت کے جبر کا وقتی طور پر شکار ہو جانا اور بات ہے اور اسے ذہنی طور پر قبول کر لینا اور بات ہے، اور اسے اپنے موقف اور حکمت عملی کے لیے بنیاد قرار دے لینا اس سے بالکل مختلف چیز ہے۔

(ابو عمار زاہد الراشدی، روزنامہ پاکستان، لاہور)

(۳)

[یہ ایک فلسطینی کی کہانی ہے جس نے صہیونیوں کے مفاد میں اپنے دین اور ضمیر کا سودا کر لیا تھا اور ایک عرصے تک 'موساد' کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتا رہا۔ آنکھیں کھلنے کے بعد اس نے ایک انٹرویو میں اپنی داستان بیان کی اور بعض انتہائی سنگین حقائق کا انکشاف کیا۔ اس کے انٹرویو کا ایک حصہ درج ذیل ہے]:

س: ہمیں معلوم ہے کہ بعض اسلامی اور قومی جماعتوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے میں تمھیں کامیابی ملی ہے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہوا؟

ج: درحقیقت صہیونیوں نے فلسطینیوں کی سادگی، دور اندیشی کے فقدان اور حالات کے تجزیے کی کمی کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے ہمیں مکلّف کیا کہ ہم انٹرنیٹ پر اسلامی فلسطینی جہاد مقدس، آزادی بیت المقدس، نوجوانان انتفاضہ کے نام سے ویب سائٹس جاری کریں اور ان ویب سائٹوں کے ذریعہ ہمیں بہت سے پرجوش نوجوانوں سے رابطے کا موقع ملا۔ یہ لوگ جہادی روح سے سرشار تھے۔ ہم نے انھیں مال اور ہتھیار سے لیس کیا اور انھیں بتایا کہ یہ مال انھیں کویت، اردن، خلیج اور مصر کے مال داروں کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔

اس طرح ہمیں اسلام اور جہاد کے نام پر مجاہدین کے اکثر حلقوں میں دراڑ ڈالنے اور ان کے اندر گھسنے کا موقع ملا اور اس سے زیادہ سنگین بات یہ ہے کہ بعض جذباتی نوجوانوں کے ذریعے ہمیں ایسی کتابوں کی نشر و اشاعت کا موقع ملا جو مسلمانوں کے درمیان فتنہ بھڑکانے اور تفرقہ ڈالنے والی تھیں۔ ان کتابوں کے لیے سرمایہ کاری اور طباعت کا کام موساد کے حساب پر ہوا۔ ان کتابوں میں ایسا مواد تھا جن سے مسلمانوں کے درمیان فروعی اختلافات پیدا ہو سکتے تھے۔

خاص طور پر فلسطین، پاکستان، یمن اور اردن میں شیعہ، سنی اختلافات کو ہوا دینے کے لیے ان ملکوں میں دسیوں موضوعات پر کتابیں شائع کی گئیں۔ بعض کتابیں شیعوں کے خلاف تھیں جن میں انتہائی گندے اور رکیک انداز میں ان پر حملہ تھا اور بعض دوسری کتابیں سنیوں کے خلاف شائع کی گئیں جن میں سنیوں پر شدید ترین حملہ کیا گیا تھا اور اس گھٹیا کام کے لیے دونوں طرف کے متعصب لوگوں کو استعمال کیا گیا اور انھیں بتایا گیا کہ ان کتابوں کی شان دار طباعت بعض خلیجی محسنین کے ذریعے انجام پا رہی ہے اور بقیہ کام سنی گروہ کے بعض عقل سے پیدل متعصب لوگوں نے انجام دیے۔

بہرحال ان کتابچوں کی طباعت اور نشر واشاعت کا مقصد مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور بغض اور کینہ بھڑکانا تھا تاکہ یہ لوگ ایک دوسرے کی تکفیر اور آپس کے فروعی اور غیر ضروری معرکوں میں مشغول ہو جائیں اور اسرائیلی اسلام کو مٹانے، ارض فلسطین کو نگلنے اور مسلم نوجوانوں کی شناخت کو ملیا میٹ کرنے کے اپنے ناپاک عزائم میں آسانی سے کامیاب ہو جائیں۔ صہیونیوں کا بڑا ہدف مسلم نوجوانوں کو اخلاق کے لحاظ سے بے قید و بے راہ رو بنانا ہے یا انھیں ایک ایسے وجود میں تبدیل کرنا ہے جو زندگی کے اہم مسائل سے بے خبر ہوں اور ان کے دل اپنے مسلمان بھائیوں (خواہ شیعہ ہوں یا سنی) کے خلاف کینہ اور بغض وعداوت سے بھر جائیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس پہلو سے موساد کو بڑی حد تک کامیابی ملی ہے۔ یہ بات یمن، پاکستان اور فلسطین میں قابل لحاظ حد تک دیکھنے میں آ رہی ہے کہ تمام مساجد اور نوجوانوں کے مراکز کو ان کتب سے بھر دیا گیا ہے جو نامعلوم صاحب ثروت لوگوں کے خرچ پر شائع کی جا رہی ہیں اور جنھیں بلا قیمت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ درحقیقت ان کتب کی پشت پر موساد کا ہاتھ ہے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت سے احمق مسلمان، ائمہ مساجد، خطبا اور داعیان کرام پوری تن دہی اور اخلاص کے ساتھ ان کی نشر واشاعت میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ ان کتابوں سے متعلق کم سے کم جو بات کہی جا سکتی ہے، وہ یہ کہ یہ کتابیں فحاشی پر مبنی اور فتنہ پرور ہیں جبکہ فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔ یہ بیچارے اپنی ذہنی تنگی کے باعث یہ سوچ نہیں پاتے کہ یہ کتابیں جن سے کراہیت، نفرت، تفرقہ وفتنہ کی بو پھوٹ رہی ہے، اس کی اشاعت کے پیچھے حقیقی اہداف کیا ہیں اور بالخصوص آج کل کے حالات میں ان کی کیا ضرورت ہے۔

ان کتابوں کے اثرات پاکستان میں صاف طور پر دیکھنے میں آ رہے ہیں جہاں انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ یہاں سنیوں نے سپاہ صحابہ تشکیل کر لی ہے جس کے جوشیلے نوجوان شیعوں پر ان کے شعائر دینی، ان کے گھروں پر ان کی نمازوں کے درمیان حملے کر رہے ہیں اور مساجد میں نماز فجر کے درمیان اتنی بری طرح انھیں قتل کر رہے ہیں کہ ان مناظر کو دیکھ کر پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے۔ اسی طرح شیعوں نے رد عمل کے طور پر سپاہ محمد بنا لی ہے اور اس کے بے ہوش نوجوان بھی سنیوں پر شدید حملے کر کے انھیں قتل کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ان دونوں سپاہ کے تصادم کے نتیجے میں ہر ماہ کوئی نہ کوئی خوں ریز واقعہ پیش آتا رہتا ہے اور ان کے ذریعہ دونوں فرقوں کی جانب سے سنگین قسم کے فتنے اٹھائے جا رہے ہیں اور دونوں کے درمیان غیر ضروری جنگ جاری ہے۔ ان دونوں سپاہ کے سورما دراصل (موجودہ زمانے کے) خوارج ہیں جن سے موساد مسلمانوں میں فرقہ واریت پھیلانے

کے لیے خود فائدہ اٹھا رہی ہے اور اس کی منصوبہ بندی یمن میں بھی جاری ہے جہاں بڑے پیمانے پر اس جہت میں کام ہو رہا ہے جس کے افسوس ناک نتائج قریب ہی ظاہر ہوں گے۔ بالخصوص مسلکی فتنہ جو کام پاکستان اور یمن میں کر رہا ہے، وہ اب تک فلسطین میں بھی نہیں کر سکا ہے۔☆

(بہ شکریہ روزنامہ انصاف لاہور)

(۴)

اپنی زندگی کو ختم کرنے سے آدھا گھنٹہ قبل جمیل بے حد مصروف رہا۔ سی فور پلاسٹک دھماکہ خیز مواد سے بھری ہوئی پک اپ پر بیٹھے ہوئے اس نے اپنے موبائل فون پر ۱۰۹ رابطے کیے۔ ان میں سے چند رابطوں میں اس نے صدر مشرف پر قاتلانہ حملے کے منصوبے میں شریک اپنے ساتھیوں کے ساتھ بات کی۔ ۲۳ سالہ جمیل نے غالباً سوچا ہوگا کہ (موبائل پر رابطوں کی) جو شہادتیں وہ بہم پہنچا رہا ہے، مشرف پر حملے کے دوران میں ختم ہو جائیں گی لیکن اس کا اندازہ غلط تھا۔ نہ صرف یہ کہ وہ اور اس کا ایک ساتھی حملہ آور ۲۵ دسمبر کو پرویز مشرف کو قتل کرنے میں ناکام رہے بلکہ اس کے موبائل فون کی یادداشت کی مدد سے، جو تفتیش کاروں کو دھماکوں کے ملبے میں محفوظ مل گئی، حکام درجنوں مشتبہ شرکائے جرم تک پہنچ چکے ہیں۔ ان میں سے کافی لوگوں کا تعلق ایک انتہا پسند پاکستانی تنظیم 'جیش محمد' سے ہے۔ یہ جماعت کبھی مشرف حکومت کے ساتھ تھی لیکن اب اس کا تعلق القاعدہ کے ساتھ ہے جس کے لیڈر اسامہ بن لادن نے ایک حالیہ آڈیو ٹیپ میں مشرف کا تختہ الٹنے پر (اپنے ساتھیوں کو) اکسایا ہے۔

ایک فون کال جس نے خاص طور پر تفتیش کاروں کو پریشان کر دیا، جمیل اور صدر مشرف کے محافظ دستے کے ایک سپاہی کے مابین تھی۔ کیس کی تفتیش کرنے والے ایک افسر نے 'ٹائم' کو بتایا کہ اس سپاہی نے، جس کو گرفتار کر کے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے، جمیل کو اطلاع دی تھی کہ مشرف کون سی کار میں سوار ہوئے ہیں، کیونکہ صدر کئی decoy لیموسین کاریں استعمال کرتے ہیں۔ امریکی اور پاکستانی تفتیش کاروں کو یقین ہے کہ ۱۴ دسمبر کے ناکام حملے کی منصوبہ بندی میں بھی، جس میں ایک پل کے نیچے پانچ بم فٹ کر دیے گئے تھے جو صدر کے وہاں سے گزرنے کے فوراً بعد پھٹ گئے، صدر مشرف کے محافظوں میں سے کوئی شخص ضرور شریک تھا۔ اس حملے کے حوالے سے بھی، جس میں صدر بال بال بچے، جیش محمد پر شک کیا جا رہا ہے۔ نئے حکم کے تحت صدر کے قافلے پر مقرر پولیس افسروں کو ڈیوٹی کے دوران میں موبائل فون ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ خدشہ ہے کہ وہ مشرف پر حملوں میں حملہ آوروں کے ساتھ تعاون کر

☆ جنوری ۲۰۰۴ء میں عراق سے گرفتار ہونے والے القاعدہ کے ایک کارکن حسن گل سے پکڑی جانے والی بعض دستاویزات عراق میں القاعدہ کی طویل مدتی حکمت عملی کو واضح کرتی ہیں۔ اس میں طے کیا گیا ہے کہ امریکی انتظامیہ کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لیے عراق کی شیعہ اور سنی آبادی کے مابین تصادم کرایا جائے۔ اس مقصد کے لیے شیعہ آبادی پر حملے کروائے جائیں تاکہ وہ جواب میں سنی آبادی پر حملے کریں اور اس طرح صورت حال حکومت کے قابو سے باہر ہو جائے۔ (ہفت روزہ ٹائم، ۲۳ فروری، ۲۰۰۴ء)

سکتے ہیں۔

صدر کے محافظوں کی اندرونی مدد کے ساتھ جیش محمد کا اس قابل ہو جانا کہ وہ صدر پر اس طرح کے ماہرانہ حملے کروا سکے، خود مشرف کی پیدا کردہ صورت حال ہے۔ پاکستانی حکومت ایک طویل عرصے تک پہلے تو ہمسایہ ملک افغانستان سے سوویت یونین کو نکالنے اور پھر بھارت کے زیر تحویل کشمیر کے متنازعہ علاقے میں بھارتی فوج کو پریشان کرنے کے لیے انتہا پسند اسلامی گروپوں کو سپورٹ اور ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہی ہے۔ جیش محمد کو اسی دوسرے مقصد کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ سرکاری طور پر ان گروپوں کو برداشت کرنے بلکہ بعض اوقات ان کی مدد کرنے کی پالیسی ۱۹۹۹ء میں مشرف کے حکومت پر قابض ہونے کے بعد بھی جاری رہی۔ صدر مشرف، جیش محمد کے جنگجو قائد مولانا مسعود ازہر کے خاص طور پر بڑے حامی تھے۔ جب مسعود ازہر دسمبر ۲۰۰۰ میں قیدیوں کے تبادلے میں بھارتی جیل سے آزاد ہوئے تو انھیں کراچی میں ایک بہت بڑی ریلی منعقد کرنے کا موقع دیا گیا جس میں بندوقیں لہراتے ہوئے ان کے (ہزاروں) پیروکار شریک ہوئے۔ حتیٰ کہ ۲۰۰۱ء میں مشرف نے مختلف کشمیری گوریلا گروپوں کو ان کی قیادت میں متحد کرنے کی کوشش بھی جو ناکام رہی۔

انتہا پسندوں کے ساتھ حکومت کی اس رفاقت میں گیارہ ستمبر کے بعد اس وقت دراڑ پڑی جب مشرف نے اسلامی دہشت پسندی کے خلاف بش انتظامیہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے باوجود مشرف نے شروع میں اپنے ملک کے انتہا پسندوں کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیے رکھا۔ امریکی دباؤ کے تحت انھوں نے جنوری ۲۰۰۲ میں کئی انتہا پسند تنظیموں پر پابندی تو لگا دی لیکن ان کے قائدین کو عام طور پر کھلا چھوڑ دیا گیا اور تنظیموں کو نئے ناموں سے کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ جیش محمد کے حوالے سے مشرف کا رویہ اس باپ کا سا تھا جو اپنے بیٹے کے دیوالیہ ہو جانے کے بعد اس کو اپنا ماننے سے انکار کر دے۔ پاکستان کی انٹیلی جنس سروسز بھی، جو ان گروپوں کو تشکیل دینے اور بھارت کے زیر تحویل کشمیر میں دراندازی کروانے میں (باقاعدہ) کردار ادا کرتی رہیں، خود ملک کے اندر جیش محمد کی طرف سے مذہبی دہشت گردی پھیلانے کی کوششوں کے باوجود ان گروپوں پر ہاتھ ڈالنے میں جھجک محسوس کر رہی تھیں۔ حکومت اس تنظیم اور اس کے ذیلی گروپوں کو کراچی میں ہونے والے دونوں بم دھماکوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں: ایک مئی ۲۰۰۲ میں ہونے والا حملہ جس میں فرانس کے گیارہ بحری فنی ماہرین جاں بحق ہوئے، اور دوسرا جون ۲۰۰۲ میں امریکی قونصلیٹ کے باہر ہونے والا دھماکہ ہوا جس میں بارہ پاکستانی شہید ہو گئے۔ اسلام آباد میں سفارتی حلقوں کا کہنا ہے کہ مسلمان انتہا پسندوں پر سخت گرفت کرنے میں جھجک محسوس کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان میں سے بیشتر گروپ ان مذہبی جماعتوں کے ساتھ منسلک تھے جن کی حمایت کی خود مشرف حکومت کو ضرورت تھی۔

اپنے اوپر دو حملے ہونے کے بعد مشرف کا رویہ بدلتا دکھائی دیتا ہے۔ جمیل کے موبائل فون سے اکٹھی کی جانے والی معلومات کی مدد سے پولیس نے گزشتہ ہفتے وسطی پنجاب کے علاقے میں مختلف مسجدوں اور مدرسوں سے ۳۵ مشکوک افراد کو گرفتار کیا جن میں سے بیشتر کے بارے میں خیال ہے کہ وہ جیش محمد سے منسلک ہیں۔ غیر معین تعداد میں

کچھ لوگوں کو بعد میں چھوڑ دیا گیا۔ تاہم امریکی حکام کو یہ تسلی ہے کہ مشرف آخر کار جیش محمد کا پیچھا کرنے کے بارے میں پرعزم ہو گئے ہیں۔ یہ بات امریکہ کی طرف سے بڑے عرصے سے کہی جا رہی تھی لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہو رہا تھا۔ امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک افسر نے کہا کہ ''مشرف سنجیدہ ہیں۔ ۲۵ دسمبر کو انھیں ایک نئی زندگی ملی ہے۔''

گزشتہ ہفتے جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا، ان میں سے ایک جنوری ۲۰۰۲ میں امریکی صحافی ڈینئل پرل کے اغوا اور قتل کے سلسلے میں شریک جرم کے طور پر پہلے ہی مطلوب تھا۔ پاکستانی عدالت احمد عمر سعید شیخ کو، جو جیش محمد سے قریبی تعلق رکھنے والا ایک انتہا پسند ہے، پہلے ہی پرل کے اغوا کا مجرم قرار دے کر اسے سزائے موت دے چکی ہے۔☆ ایک عینی شاہد کا کہنا ہے کہ اصل میں پرل کو القاعدہ کے کمانڈر خالد شیخ محمود نے قتل کیا تھا، جسے امریکہ نے یکم مارچ ۲۰۰۳ کو گرفتار کر لیا اور اب وہ امریکی تحویل میں ہے۔ انسداد دہشت گردی کے ایک سینئر پاکستانی افسر کے مطابق اسے ڈیگو گارشیا کے ایک فوجی اڈے پر رکھا گیا ہے۔ پاکستان کے وزیر داخلہ فیصل صالح حیات نے 'ٹائم' کو بتایا کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ۲۵ دسمبر کے حملے میں بھی القاعدہ ملوث تھی۔

القاعدہ اور جیش محمد کے آپس میں یقینی روابط ہیں۔ کشمیر میں بھارت سے جنگ کرنے سے پہلے ۹۰ کی پوری دہائی میں جیش محمد کے انتہا پسند افغانستان جا کر القاعدہ کے تربیتی کیمپوں میں شریک ہوتے رہے اور پاکستان کی انٹیلی جنس سروسز چشم پوشی کرتی رہیں۔ پاکستانی حکام کا کہنا ہے کہ آج کل جیش محمد کے کارکن القاعدہ کے دہشت گردوں کو پناہ فراہم کر رہے ہیں جبکہ القاعدہ، جیش محمد کو فنڈز اور راہنمائی فراہم کرتی ہے اور غالباً قتل وغارت کے لیے ان کو ہدف بھی بتاتی ہے۔ اسلام آباد میں سکیورٹی امور کے ماہر ریٹائرڈ جنرل طلعت مسعود کہتے ہیں کہ ''فوج کا ان جہادی گروپوں کے ساتھ گہرا تعلق قائم رہا لیکن پھر یہ بالکل قابو سے باہر ہو گئے۔''

صدر پر خودکش حملہ کرنے والا جمیل پاکستانی انٹیلی جنس کی نظروں میں تھا۔ ہمالیہ کے دامن میں بھارتی بارڈ کے قریب ایک قصبے راولا کوٹ کا رہنے والا یہ دبلا پتلا نوجوان طالبان کی جانب سے امریکیوں کے خلاف افغانستان میں لڑتا رہا۔ کابل کے سقوط کے موقع پر زخمی ہو جانے کے باعث اسے پاکستان واپس آنے کی اجازت دی گئی۔ پشاور پہنچنے پر پاکستانی انٹیلی جنس سروسز نے اس سے پوچھ گچھ کی اور اپریل ۲۰۰۲ میں اسے بے ضرر قرار دے کر چھوڑ دیا۔ راولا کوٹ میں اس کے عزیزوں کے مطابق دوسرے بہت سے مسلم انتہا پسندوں کی طرح جمیل بھی مشرف کو مغرب کا ایجنٹ سمجھتا تھا۔ انتہا پسندوں کو شکایت ہے کہ مشرف نے طالبان کے ساتھ غداری کی اور اب جنوری میں بھارت کے ساتھ پر امن تعلقات کے لیے ان کی کوششوں کی بنا پر وہ یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ مشرف کشمیریوں سے بے وفائی کر رہے ہیں۔

☆ جولائی ۲۰۰۲ء میں جب احمد عمر سعید شیخ کو امریکی صحافی ڈینئل پرل کے قتل کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی تو اس نے عدالت میں یہ دھمکی دی کہ: ''دیکھتے ہیں، کون پہلے مرتا ہے۔ میں یا مشرف''۔ صدر مشرف پر حالیہ قاتلانہ حملوں کے بعد تفتیش کار عمر شیخ کی اس دھمکی کو ایک جذباتی بیان سے بڑھ کر حیثیت دے رہے ہیں اور اسے اچانک میں حیدر آباد سے راول پنڈی منتقل کر دیا گیا ہے جہاں قاتلانہ حملوں کی تحقیقات جاری ہیں۔ (ہفت روزہ ٹائم، ۲ فروری ۲۰۰۴ء)

ہمسایوں کا کہنا ہے کہ امریکہ اور مشرف کے خلاف جمیل اس قدر غم وغصے کا اظہار کرتا تھا کہ اس کے گھر والوں نے اسے گھر سے نکال دیا۔لیکن کیا جمیل ۲۵ دسمبر کے حملوں کا گروپ سربراہ تھا؟ وزیر داخلہ فیصل صالح حیات طنزیہ انداز میں کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ سربراہ خود کبھی اپنے آپ کو ہلاک نہیں کرتے۔ یہ اپنے ماتحتوں کو اس کے لیے استعمال کرتے ہیں۔''

مشرف پاکستانی انتہا پسندوں کا صفایا کرنے میں اب کتنے ہی پرعزم کیوں نہ ہوں، یہ کام لمبا اور خطرناک ہوگا۔ جمعرات کو کراچی میں دہشت گردوں نے ایک کرسچین سٹڈی سنٹر پر حملہ کر کے چودہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔فیصل صالح حیات کہتے ہیں کہ ''ان کے ہاتھ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔'' (پولیس اور فوج کو) مطلوب یہ گروپ اب پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ لاہور میں ان کے ایک سابقہ کمانڈر نے کہا کہ ''لڑکے کسی کی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔ وہ بے حد مشتعل ہیں۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ جہاد کے دن اب ختم ہو چکے ہیں۔''

(ہفت روزہ ٹائم، ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء)